سید یونس الحسنی

ایمل شہید کا پیغام

(تاریخ شہادت: ۸؍رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ/۱۴؍نومبر ۲۰۰۲ء)

ایمل کاسی کو نیویارک کی فیرفیکس جیل میں موت کی نیند سلا دیا گیا سرزمین وطن کا ایک اور جوان رعنا جو اپنے عظیم حریت کیش اسلاف کی ملی غیرت اور فکری سج دھج کا سچا پاسباں تھا وحشی امریکیوں کی کم ظرفی کا شکار ہو گیا۔ اخبارات ورسائل میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے جس میں چند خاصے کی باتیں تھیں مثلاً

☆ وہ انتہائی حساس اور دلِ دردمند کا حامل نوجوان تھا۔

☆ کشمیر، بوسنیا اور فلسطین میں مسلمانوں کی بے بضاعتی اور درماندگی پر اکثر کڑھتا رہتا تھا۔

☆ عالم اسلام کے اندرونی معاملات میں اغیار خصوصاً امریکہ کی بے طرح دخل اندازی اسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔

☆ دنیا کے آزاد و خودمختار مسلم ممالک کے حکمرانوں کا امریکی سامراج کے تابع مہمل ہونے پر وہ سخت دکھی تھا۔

☆ صیہونیوں کے مسلمانوں پر مظالم اسے بے کل و مضطرب رکھتے تھے۔

الغرض جذب وجنوں کا ایک طوفانِ بلا خیز اس کے دل ناصبور میں پنہاں تھا۔ اسی کیفیت کے زیر اثر روسی سامراج کے خلاف نبرد آزما ہونے والے بے وسیلہ مگر دلاور غیور اور جسور مجاہدین افغانستان اپنے جہادی بانکپن کے باعث اسے اس قدر بھائے کہ وہ کشاں کشاں ان کی صفوں میں شامل ہو کر دادِ شجاعت دیتا رہا۔ اس کے قلبِ ناشکیبا نے اسے یہاں بھی زیادہ دیر ٹکنے نہ دیا کیونکہ اس دوران ایمل کو بہت سے خفی وجلی رازہائے درونِ پردہ سے وقوف حاصل ہو چکا تھا۔ وہ جان پہچان چکا تھا کہ امت مسلمہ کے دشمنان ناہنجار کا اصل سرپرست اعلیٰ یہودی دماغ، سرمایہ اور امریکہ کی قوتِ عمل ہے۔ جو ہر خطۂ ارضی کے مسلمان زعما کو اپنے پنجۂ استبداد میں جکڑے ہوئے ہے۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ مسلم حکمران تاج برطانیہ کے بعد اب اس نئے سامراج کی کٹھ پتلیاں ہیں جو گردشِ لیل ونہار کے ساتھ ساتھ اس کے اشاروں پر رقصاں، لرزاں وترساں رہتی ہیں۔ ان کی اپنی کوئی رائے نہیں، ان کی پالیسیاں یہودی وکلیسائی دماغوں کی شر آمیزیوں کا ملغوبہ ہوتی ہیں، ان کی سوچ رہن اور فکر ونظر گروی ہے۔ وہ نام کے آزاد ہیں جن میں خودمختاری کی روح عنقا ہے......ایمل کاسی مرد کہستانی تھا، اس کی غیرت نے کفن نہیں پہنا تھا، وہ حمیت کی بو باس سے مالا مال تھا، وہ اپنی پاک باز سوچوں کے جو تانے بانے بنتا رہا ان پر جلد از جلد عمل کر گزرنا چاہتا تھا۔ وہ بے ریا تھا اور ریا کاروں پر کاری ضرب لگانے کی تدبیریں تراشتا خراشتا رہا۔ اسی ادھیڑ بن میں وہ ستم شعاروں کی سرزمین امریکہ جا پہنچا۔ میڈیا کے ذریعے منصۂ شہود پر آنیوالے حالات وواقعات شاہد عدل ہیں کہ لیلائے

حریت کے اس متوالے کو وہاں بھی کسی کل چین نہیں آیا۔ ایک طویل منصوبہ بندی، کئی کڑیاں ملانے اور بہت سی گتھیاں سلجھانے کے بعد وہ خود کو کچھ کرنے پر آمادہ و تیار کر چکا تھا۔ آخر ۲۵ جنوری ۱۹۹۳ء کا سورج طلوع ہو کر اس کے چہرے پر سکون و قرار اور اک گونہ کامیابی کی سُرخی بکھیر گیا، کسی سوچ سے اس کے رخسار تمتما اٹھے، یوں لگتا تھا، بقول شاعر ؎

نازک سے تھے گلاب جنہیں چوم چوم کر

منہ لال کردیا ہے نسیم بہار نے

پھر اس نے جو سوچا تھا، کر دیا۔ امریکی دہشت و وحشت اور ظلم کی خوفناک علامت رسوائے زمانہ سی آئی اے کے دو یہودی افسر فی النار ہو گئے اور وہ دور دیس سے وطن کی مٹی کو سلامی دینے لوٹ آیا۔ تحقیق بسیار کے بعد دشمنوں کو حقائق کا پتہ چل گیا انہوں نے ایمل کی تلاش میں صبح و شام ایک کر دی، ہر طرح ناکامی نے منہ چڑایا تو اس کی گرفتاری کے لیے بیس ملین ڈالرز کی خطیر رقم بطور انعام رکھی گئی جس پر کسی محب وطن پاکستانی نے کان تک نہ دھرا۔ پھر حکومت پاکستان پر دباؤ میں بتدریج اضافہ کیا گیا۔ یہاں ایک ایسا شخص ملک کا آئینی سربراہ تھا جو اپنے اب وجد کی طرح اب بھی بیرونی آقاؤں کا پشتینی وفادار اور آنریری مخبر تھا۔ جبکہ انتظامی حکمران انہی شہہ دماغوں کا تراشیدہ بت بے جان تھا۔ اول الذکر قریب رہ کر حرکات وسکنات کا مشاہدہ کر کے آگاہ کرتا رہا جبکہ ثانی الذکر کے احکامات سے کارروائی عمل میں لائی گئی۔ امریکن ایف بی آئی کے کمانڈوز کی مشاورت سے آپریشن کی بساط بچھائی گئی مہروں کو مقررہ جگہوں پر فٹ کر کے ڈی جی خان کے شالیمار ہوٹل پر دھاوا بول کر فرزندِ پاکستان کو اغوا کر لیا گیا۔ کچھ دیر ادھر اُدھر مسافرت میں رکھ کر اسے غریب الدیار بنا دیا گیا۔ وہ ایک بار پھر غداران ملت کے ذریعے اعدائے اسلام کے پنجۂ استبداد میں آ چکا تھا۔

عظیم ایمل کاسی کو شدید ذہنی ٹارچرز دیئے گئے۔ اس پر بے پناہ تشدد کیا گیا، قید و بند کے دوران اسے وضو کے لیے پانی اور نماز کی سہولت نہیں دی گئی وطن عزیز کے کئی نامور قانون دانوں نے امریکہ پہنچ کر ایمل کا کیس کرنے اور اسے قانونی تحفظ دلانے کے سر توڑ سعی کی مگر سب بے سود۔ انہیں سرے سے اجازت ہی نہیں دی گئی۔ ملاقاتوں میں بھی حیلے بہانے سے مداخلت کی جاتی رہی۔ وہ تو غیر تھے، اپنوں کی حکومت نے بھی نفرت کی حد تک سرد مہری دکھائی۔ انہوں نے دھرتی کے بیٹے کو بچانے میں سرمو دلچسپی نہیں لی۔ موجودہ حکومت تو تھی ہی امریکیوں کی، جنرل مشرف چاہتے تو جان بخشی کرا سکتے تھے لیکن ان سے امید وفا عبث تھی۔ جو شخص ہزاروں افغان مسلمانوں کے قتل ناحق میں برابر کا شریک تھا وہ ایک صیہون دشمن کی حمایت کیونکر کر سکتا تھا؟ ایمل کو یقین ہو چکا تھا کہ قربان ہونے کا وقت آ پہنچا ہے۔ آدم خور درندے کوئی لحاظ نہیں کریں گے چنانچہ اس نے خم ٹھونک کر عدالت میں بیان دیا کہ:

''میں جھوٹ کا سہارا ہرگز نہیں لوں گا، میں عدالت کے روبرو سچ کہتا ہوں کہ دنیا بھر میں مسلمانوں پر امریکی اور یہودی مظالم کے خلاف اپنا احتجاج ریکارڈ کرانے کے لیے میں نے موقع ملنے پر سی آئی اے کے دو اہلکاروں کو قتل کیا تھا''

بہت لوگوں نے مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے بیان میں ردوبدل کردے، اسے پولیس تشدّد کا نتیجہ قرار دیدے، اس طرح اس کی جان بچ جائے گی لیکن اس نے تمام مشورے بالائے طاق رکھ کر صرف اور صرف سچ کو اپنایا۔ حق وصداقت کی پاسداری نے اسے جری اور پرسکون بنادیا تھا۔ وہ تو کسی اور ہی منزل کا راہی تھا۔ اسے جھوٹ سے ازلی نفرت تھی اسی لیے وہ اسے بیساکھی بنانے سے عمداً گریز پارہا۔

یادش بخیر! بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں ایک شاتم رسول ہندو کو جہنم واصل کرنے والے نو جوان علم الدین نے بھی اسی کٹھن راستے کا انتخاب کیا اور اس میں سرخرو ہوا۔ وہ اپنے بیان میں کسی تغیر پر تیار نہ ہوا۔ اس نے ایک ذلیل کافر کو فی النار کیا اور خود ایک کافر جج کے فیصلے سے شہید ہو کر اصحاب الجنہ میں شامل ہوگیا۔ لوگ غازی علم الدین شہید کے عمل کو حیاتِ مستعار کا صحیح چلن قرار دیتے ہیں۔ ایمل کاسی نے بھی حصول منزل کے لیے اسی سنگلاخ راستے کو چنا اور اس پر برق رفتاری سے مسافرت کی منزلیں طے کرتا رہا۔ اس نے بھی دو دشمنان دین ملت کو واصل جہنم کیا، حق سچ پر ڈٹا رہا اور امام الکافرین کے حکم سے زنجیروں میں جکڑا ہوا جام شہادت نوش کرگیا۔ بظاہر وہ فرزند بلوچستان تھا، ہزاروں لاکھوں غیرت مند بلوچوں نے اس کے جنازے کو کندھا دیا، بعض باحمیت لوگوں کے باعث اسمبلیوں میں اس کے لیے دعائے مغفرت بھی کی گئی جو اس امر کی غماز ہے کہ ایمل کاسی دراصل فرزند اسلام تھا، وہ بے شک دریب بطل حریت تھا، بلا جرم وہ شہید وطن بھی تھا اور شہید ملت بھی۔ واصل بحق ہوتے وقت وہ پُرسکون تھا۔ اس کے دلِ بے قرار کو قرار آچکا تھا، وہ نفس مطمئنہ کا مجسمہ تھا۔ اس نے آخری بیان میں کہا تھا کہ:

> ''میں نے جو کچھ بھی کیا خوب سوچ سمجھ کر کیا، میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ مجھے اس پر کوئی ندامت نہیں فخر ہے۔ اگر مجھے چھوڑ دیا جائے تو میں پھر وہی کروں گا جو پہلے کر چکا ہوں کہ امریکی ظلم اور یہودی طاغوت کا علاج اور جواب صرف اور صرف بندوق کی گولی سے دیا جاسکتا ہے اس کے سوا اس باطل کا اور کوئی علاج نہیں اور میں نے یہی کیا ہے''

شہید وطن محمد ایمل خاں کاسی کا یہ آخری بیان دراصل نو جوانانِ امت کے لیے ایک واضح سندیسہ ہے، ایک صاف اور سیدھی سادھی راہِ عمل ہے، ایک پُر جوش دعوت ہے، غلبہ اسلام اور آزادیٔ وطن کے تحفظ کے لیے جذب وجنوں اور سوز مستی سے لبریز سبق ہے۔ یہ قربانی، یہ ایثار، یہ جاں سپاری پوری قوم کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے، یہ دلیری و دلاوری کی دل خوش کیفیات سے لبریز ایک باصفا، باوفا ایمان پرور اور جانفزا پیغام ہے۔ بقولِ شاعر (تھوڑی ترمیم پر معذرت کے ساتھ) ؎

گلشن کے لئے خونِ جگر ہم نے دیا ہے
''اِس شام'' کو عنوانِ سحر ہم نے دیا ہے